سلسلۂ اشاعت نمبر ۹۱

بہ فیض: تاج دار اہلِ سُنّت مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمہ وحضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی

زیر سرپرستی: امینِ ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی، مارہرہ مطہرہ

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نوری مشن کی خصوصی اشاعت

۱۲/ربیع الاول ولادت یا وصال

علامہ فیض احمد اویسی رضوی

برائے ایصالِ ثواب
مرحوم حاجی محمد الیاس محمد حسین رمضان کاملی و جملہ اُمتِ مسلمہ

ناشر: **نوری مشن** مالیگاؤں

ملنے کا پتا: مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں Cell. 9325028586

سنِ اشاعت ۱۴۳۸ھ/۲۰۱۶ء...... ہدیہ: دُعاے خیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عیدوں کی عید

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی

اللہ نے سب سے پہلے نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا، (۱) نبوت سے سرفراز کیا، (۲) درودوں کا سلسلہ شروع ہوا...... فرشتے پیدا ہوئے تو وہ بھی درود وسلام میں شریک ہوگئے، اور جب وہ نور دُنیا میں آیا (۳) تو انسان بھی شریک ہوگئے (۴)...... اگر سمجھنے والے سمجھیں تو یہ بھی جشن کا ایک انداز ہے...... اللہ اکبر! روزِ اوّل سے ذکر واَذکار ہورہے ہیں اور خوشیاں منائی جارہی ہیں...... اللہ کو اپنے پیاروں سے بڑی محبت ہے، ان کی نشانیوں کو اپنی نشانی بنادیا (۵) اور تعظیم و تکریم کا حکم دیا (۶)...... ان کے یادگار دنوں کو اپنا یادگار دن بنادیا (۷) اور ارشاد فرمایا...... ''اور انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔'' (۸)...... انبیا علیہم السلام کا یومِ ولادت بھی اللہ کے دنوں میں سے ایک دن ہے...... یومِ ولادت کی اہمیت کا اندازہ قرآنِ کریم سے ہوتا ہے...... حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے ارشاد فرمایا...... ''سلامتی ہو اس پر جس دن وہ پیدا ہوا۔'' (۹)...... حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس جہانِ رنگ و بو میں پیر کے دن تشریف لائے...... آپ اظہارِ تشکر کے لیے پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے، جب پوچھا گیا تو فرمایا...... ''اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔'' (۱۰)...... حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی تاریخ بعض روایات کے مطابق ۱۲/ربیع الاول ۵۶۹ء (یا ۵۷۰ء) ہے جس کی تائید تین چار ہزار برس پرانے شواھد سے بھی ہوتی ہے (۱۱)...... تو ''پیر'' کے دن اور ۱۲/ربیع الاول کو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خاص نسبت ہے اور نسبتوں ہی سے بلندیاں نصیب ہوتی ہیں......

اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر احسان جتایا، (۱۲) احسان اس لیے جتایا جاتا ہے کہ اس کو یاد رکھا جائے، یاد کیا جائے، فراموش نہ کردیا جائے...... پھر خوشیاں منانے کا بھی حکم دیا (۱۳)...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا...... ''ہم پر آسمان سے

خوانِ نعمت اُتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کی'' (۱۴)...... یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ''خوانِ نعمت'' اُترے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن ''عید'' منائیں اور جب ''جانِ نعمت'' اُترے تو وہ دن عید کا دن نہ ہو؟......جس رات قرآنِ کریم اُترا وہ رات ہزار مہینوں سے بہتر قرار پائے (۱۵) اور جس دن وہ قرآنِ ناطق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُترا اس رات کی عظمت کا کیا عالَم ہوگا؟......

شبِ قدر ہر سال منائی جاتی ہے تو وہ رات کیوں نہ منائی جائے جس رات آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے......اللہ نے فرمایا...... ''اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو'' (۱۶)......امام بخاری فرماتے ہیں: سب سے بڑی نعمت تو خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں (۱۷) تو چاہیے ان کا چرچا کیا جائے......حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود برسرِ منبر اپنا ذکرِ ولادت فرمایا (۱۸)......بعض صحابۂ کرام کو حکم دیا اور انھوں نے آپ کے فضائل وشمائل بیان کیے (۱۹)......آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۹ھ/ ۶۳۰ء میں غزوۂ تبوک سے واپسی پر آپ کے سامنے منظوم ذکرِ ولادت فرمایا (۲۰)......حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود منبر پر چادر شریف بچھائی اور انھوں نے منبر پر بیٹھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں قصیدہ پیش کیا (۲۱)......آپ نے دُعاؤں سے نوازا...... یہ تمام حقائق احادیث میں موجود ہیں۔

مشہور تبع تابعی حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری پیاری باتیں سناتے تو بڑا اہتمام فرماتے (۲۲) ٹھیک ایسا ہی اہتمام جیسا آج علما و مشائخ کی بعض محافل میں نظر آتا ہے......حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور نذرونیاز پیش فرماتے تھے (۲۳) اور یہ طریقہ اب تک رائج ہے......ابن تیمیہ بھی محافلِ میلاد منعقد کرنے والے مخلصین کی تائید کرتے ہوئے اَجر وثواب کی بشارت دیتے ہیں (۲۴)......مجالسِ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی نئی چیز نہیں صدیوں سے اس کا سلسلہ جاری ہے اور اس کی اصل عہدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں موجود ہے......حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ پابندی کے ساتھ یومِ ولادت باسعادت پر کھانا پکا کر فقرا میں تقسیم کرتے تھے (۲۵)......خود حضرت

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے صاحب زادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا معمول تھا کہ ۱۲/ ربیع الاول کو ان کے ہاں لوگ جمع ہوتے، آپ ذکرِ ولادت فرماتے؛ پھر کھانا اور مٹھائی تقسیم کرتے (۲۶)......حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ مکہ معظّمہ میں ایک محفلِ میلاد میں شریک ہوئے جہاں آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ انوار وتجلیات کی بارش ہو رہی ہے (۲۷)......مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ محفلِ میلاد کو ذریعۂ نجات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتے اور کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پیش کرتے (۲۸)......مفتیٔ اعظم شاہ مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ ۱۲/ ربیع الاول کو ہر سال بڑے تزک واحتشام سے محفلِ میلاد منعقد کراتے جو نمازِ عشا سے نمازِ فجر تک جاری رہتی، پھر کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پیش کیا جاتا اور مٹھائی تقسیم ہوتی، کھانا کھلایا جاتا (۲۹)......اللہ کے بعض فرشتے بھی کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پیش کر رہے ہیں (۳۰) تو یہ فرشتوں کی سنّت ہے...... سات سو برسوں پہلے فاضل جلیل امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمۃ علما کی محفل میں تشریف فرما تھے؛ وہاں حسانِ وقت امام صرصری کا نعتیہ شعر پڑھا گیا جس میں ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت کھڑے ہونے کی آرزو کی گئی تھی، شعر کا سننا تھا کہ سارے علما کھڑے ہو گئے (۳۱)......تو کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پیش کرنا صلحائے اُمت کی بھی سنّت ہے......حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پیش کرتے تھے اور اس کو قبولیت کا ذریعہ سمجھتے تھے (۳۲)......

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے (۳۳)......اور یہ بھی فرمایا: جس نے اسلام میں اچھا طریقہ نکالا اس کے لیے اس کا ثواب ہے اور اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب بھی (۳۴)......آپ نے یہ بھی فرمایا: ہر حال میں سوادِ اعظم (۳۵) اور جماعت وجمہور کے ساتھ رہو (۳۶)......تو مجالسِ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اہتمام، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، تابعین وتبع تابعین اور صلحائے اُمت کی سنّت ہے اور ان کے عمل سے ثابت ہے......

محبت کی فطرت ہے کہ عاشق ہمیشہ اپنے محبوب کی تعریف وتوصیف اور ذکر واَذکار سننا پسند کرتا ہے بلکہ دل سے چاہتا ہے کہ ہر وقت اس کا ذکر ہوتا رہے، کوئی ایسا عاشق نہ دیکھا جو محبوب کا ذکر کرنے والے سے اُلجھتا ہو اور اس کو برا بھلا کہتا ہو؛ کیوں کہ یہ محبت کی فطرت کے خلاف ہے......

سچی بات تو یہ ہے کہ اصل خوشی منانا تو یہ ہے کہ ہر دن اور ہر آن ظاہر و باطن میں سنتوں پر عمل کریں، پھر ہر سال محبوبِ رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد آمد کی خوشی منائیں جس طرح ہمارے ان اکابر واَسلاف نے خوشی منائی؛ جن کے دم سے اسلام کی رونق ہے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاد شاہ عبد الغنی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا...... ''میلاد شریف کی خوشی کرنے میں ہی انسان کی کامل سعادت ہے۔'' (۳۷)...... اللہ تعالیٰ؛ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی سچی محبت عطا فرمائے کہ ہم خود بہ خود سنتوں کے سانچے میں ڈھلتے چلے جائیں اور ہمارا وجود دوسروں کے لیے مینارۂ نور بن جائے...... آمین۔ بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ؎

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

حوالہ جات:

(۱) مدارج النبوۃ، ج۱ص ۲ (۲) اشعۃ اللمعات،ص ۲۷۴ (۳) سورۂ مائدہ:۱۵۰ (۴) سورۂ احزاب (۵) سورۂ بقرۃ:۱۵۸ (۶) سورۂ حج:۳۲ (۷) تفسیر خازن و مدارک (۸) سورۂ ابراہیم:۵ (۹) سورۂ مریم:۱۵ (۱۰) ابن اثیر، اسد الغابہ، ج۱ص۲۱۔۲۲ (۱۱) بھگوت پران اسکند (۱۲) سورۂ آل عمران:۱۶ (۱۳) سورۂ یونس:۵۸ (۱۴) سورۂ مائدہ:۱۱۴ (۱۵) سورۂ قدر:۳ (۱۶) سورۂ ضحیٰ:۱۱ (۱۷) بخاری شریف، ج۲،ص۵۶۶ (۱۸) ترمذی شریف، ج۲،ص۲۰۱ (۱۹) زرقانی، ج۱،ص۲۷ (۲۰) ابن کثیر، میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم،ص۲۹۔۳۰ (۲۱) بخاری شریف، ج۱،ص۶۵ (۲۲) اقامۃ القیامہ،ص ۴۴ (۲۳) قرۃ الناظر،ص۱۱ (۲۴) الدر الثمین،ص۸ (۲۵) اقتضاء الصراط المستقیم (۲۶) الدر المنظم،ص۸۹ (۲۷) فیوض الحرمین،ص۸۰۔۸۱ (۲۸) فیصلۂ ہفت مسئلہ مع تعلیقات،ص۱۱۱ (۲۹) تذکرہ مظہرِ مسعود، ص۱۷۶۔۱۷۷ (۳۰) سورۂ صٰفٰت (۳۱) اقامۃ القیامہ (۳۲) اخبار الاخیار،ص ۶۲۴ (۳۳) مؤطا امام محمد،ص ۱۰۴ (۳۴) مسلم شریف،ص۱۸ (۳۵) مشکوٰۃ شریف، ج۱،ص۵۸ (۳۶) مشکوٰۃ شریف،ص۳۱ (۳۷) شفاء السائل

✿✿✿

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اِمَامِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ وَاَصۡحَابِہِ الطَّاھِرِیۡنَ

اما بعد!

ہمارے دور میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے دن بارہ ربیع الاول کو جلسے جلوس زوروں پر ہوتے ہیں۔ ہزاروں عیدوں سے بڑھ کر خوشی کا سماں ہوتا ہے، وہابی دیوبندی اس کے برعکس بدعت کی رٹ لگاتے رہے؛ اب نیا شوشہ چھوڑا کہ ۱۲؍ربیع الاول کو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہے لہٰذا اس دن خوشی کا کیا معنی؛ دوسرا یہ کہ ولادت ۱۲؍ربیع الاول کو نہیں ۹؍ربیع الاول کو ہے، اسی لیے ۱۲؍ربیع الاول کو خوشی منانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ فقیر نے بطور فیصلہ لکھا کہ ۱۴؍سو سال سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت ۱۲؍ربیع الاول طے شدہ مسئلہ رہا۔ اس ۹؍ربیع الاول کا شوشہ چھوڑنا صرف اسی لیے ہے کہ عوام میں شک وشبہہ پیدا ہوگا تو وہ اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عقیدت ومحبت کو چھوڑ بیٹھیں- حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے- بلکہ اگر تم بارہ ربیع الاول کے بجائے ۹؍کو جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مناؤ تو وہ اسی جوش وجنون کے ساتھ تمہارے ساتھ ہوں گے جیسے ۱۲؍ربیع الاول ہمارے ساتھ ہوتے ہیں؛ بلکہ اگر تم یہ جشن ۹؍کو مناؤ تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہوں گے اور ۱۲؍ربیع الاول کو بھی ہم اپنے طور پر منالیں گے؛ لیکن تمہارا مقصد تو جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بند کرنا ہے۔ ؎

ایں خیال است ومحال ست جنوں

وجہ تالیف: کچھ عرصہ سے ہر سال ربیع الاول شریف کے مبارک مہینہ میں مختلف شہروں سے ایک اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ جناب ربیع الاول کی ۱۲؍تاریخ کو تو حضور کا وصال ہوا تھا جو لوگ اس دن خوشیاں مناتے ہیں ان کو شرم آنی چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ فقیر نے ان ہی شرم کے درس دینے والوں کے لیے یہ رسالہ ہدیۂ ناظرین کیا ہے۔

مقدمہ: میاں عبد الرشید مرحوم نے عقل مند اُلّو کے عنوان سے ''نور بصیرت'' کے کالم میں

لکھا کہ: آغاز بہار تھا کہ شگوفے چٹک رہے تھے، پھول کھلکھلا رہے تھے، ہوا میں کیف و سرمستی کی کیفیت تھی، مگر عقل مند اُلّو ایک ویران جگہ اُداس بیٹھا تھا، کسی نے پوچھا: حضرت آپ کیوں خوشی نہیں مناتے؟ آہ بھر کر بولا مجھے خزاں کے جانے کا غم کھائے جا رہا ہے۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دن تھا، فرش سے عرش تک خوشی کے ترانے گائے جا رہے تھے، صلوٰۃ وسلام کے تحفے نچھاور کیے جا رہے تھے، فضا توپوں کی سلامی سے گونج رہی تھی، مگر عین صبح کے وقت جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا وقت تھا، ایک مولوی صاحب منہ بسور کر تقریر کر رہے تھے کہ: یہ تو سوگ کا دن ہے آج کے دن نبی وفات پا گئے تھے۔

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور)

فقیر اُویسی غفرلہٗ اہلِ انصاف سے گذارش کرتا ہے کہ ایسے منہ بسورنے والے ربیع الاول شریف میں برساتی مینڈکوں کی طرح غریب سُنّیوں کے کان کھائیں گے۔ ان کے علاج کے لیے فقیر کے اس رسالہ کا مطالعہ بڑا مفید ثابت ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

ابوالکلام آزاد نے کہا کہ وصال ۱۲/ربیع الاول کو ہرگز نہیں۔ مخالفین اس صاحب کو اپنا امام اور محقق بے مثال مانتے ہیں ہم اس کی تحقیق اس کی اپنی تصنیف سے پیش کرتے ہیں؛ مخالفین اپنی پُرانی ضد کی وجہ سے تسلیم نہ کریں گے تو اہلِ انصاف کے لیے حجت قائم ہوسکے گی۔ حضور محبوب ربانی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ۱۲/ربیع الاول کو بڑے شد و مد سے بیان کیا جاتا ہے کہ اس دن تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر غم کا پہاڑ ٹوٹا تھا اور اُمہات المومنین تصویرِ حزن وملال بنی ہوئی تھیں۔ اس لیے اس دن خوشی منانا صحابۂ کرام کے زخموں پر نمک پاشی کے مترادف ہے۔ حالاں کہ یہ دعویٰ قطعی بے بنیاد ہے۔ مندرجہ ذیل حوالہ جات، دلائل اور ابوالکلام آزاد کے مُرتّبہ نقشے سے اس دعویٰ کی قلعی کھل جائے گی۔

یہ دلائل اور نقشہ بتاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال یکم یا دو تاریخ ربیع الاول بروز پیر ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ بارہ ربیع الاول عید میلاد کا دن خوشیوں کا دن ہے؛ غم وافسوس کا دن نہیں۔ اس دن کوئی صحابی یا مومنوں کی کوئی ماں ہرگز نہیں روئی البتہ اس دن شیطان ضرور رویا تھا۔

البدایہ والنہایہ میں ہے کہ شیطان چار بار رویا ہے: حِينَ لُعِنَ، وَحِينَ أُهْبِطَ،

وَحِينَ وُلِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحِينَ أُنْزِلَتِ الْفَاتِحَةُ۔

(البداية والنهاية، الجزء ۲، الصفحة ۳۲۶)

اب جس کا جی چاہے بارہ ربیع الاول کو ابلیس کے ساتھ رہ کر گزارے اور جس کا جی چاہے اُمت مصطفیٰ کے ساتھ مل کر محفلِ میلاد منعقد کرے اور اظہارِ مسرت کرے۔

(۱) حافظ ابن کثیر نے لکھا: وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ بُكَيْرٍ، عَنِ اللَّيْثِ أَنَّهُ قَالَ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ لِلَيْلَةٍ خَلَتْ مِنْ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ

(البداية والنهاية، الجزء ۵، صفحہ ۲۷۶)

یعنی پیر کے دن ربیع الاول کی ایک رات گزرنے پر وصال فرمایا۔

(۲) علامہ محمد بن سعد...... محمد بن قیس سے مروی ہے کہ حضور ۱۹/صفر ۱۱ھ چہار شنبہ کو بیمار ہوئے؛ آپ تیرہ رات بیمار رہے اور آپ کی وفات ۲/ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ ہوئی۔

(طبقات ابن سعد، جلد دوم، صفحہ ۳۱۶)

(۳) امام ابوالقاسم سہیلی نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک بارہ ربیع الاول کو کسی صورت بھی درست نہیں ہوسکتا۔ ۱۰ھ کا حج جمعہ کے دن ہوا۔ اس حساب سے ذی الحجہ کی یکم خمیس (جمعرات) کو ہوئی۔ اس کے بعد فرض کریں۔ تمام مہینے تیس دنوں کے ہوں یا تمام مہینے انتیس دنوں کے یا بعض انتیس دنوں کے تو کسی طرح بھی بارہ ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں آتا۔

(البدایہ والنہایہ، جلد ۲، صفحہ ۳۴۰)

(۴) نواب صدیق حسن خاں نے لکھا وقوف آپ کا عرفات میں دن جمعہ کے ہوا۔
اس دن آیہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (پارہ ۶، سورۃ المآئدۃ، آیت ۳)
ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا...... نازل ہوئی۔ (شمامہ عنبریہ، صفحہ ۸۰)

(۵) مولوی اشرف علی تھانوی (دیوبندی)...... "اور بارہویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیوں کہ اس سال ذی الحجہ کی نویں تاریخ جمعہ کی تھی اور یوم وفات دوشنبہ (پیر) ثابت ہے۔ پس جمعہ کو نویں ذوالحجہ ہو کر بارہ ربیع الاول دوشنبہ کو کسی طرح نہیں ہوسکتی۔" (نشر الطیب، صفحہ ۲۴۱)

(۶) ابوالکلام آزاد؛ اپنے مقالات کا مجموعہ "رسولِ رحمت" جس میں وصال شریف کی تاریخ

ابوالقاسم سہیلی کے فارمولے کی روشنی میں لکھتے ہیں ”حساب کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔“

۱......ذی الحجہ،محرم اور صفر تینوں کو تیس تیس دن فرض کیا جائے، یہ صورت عموماً ممکن الوقوع نہیں۔ اگر واقع ہوتو دوشنبہ ۶/ربیع الاول کو ہوگا یا تیرہ ربیع الاول کو۔

۲......ذی الحجہ،محرم اور صفر تینوں مہینوں کو انتیس انتیس دن کے فرض کیا جائے۔ ایسا بھی عموماً واقع نہیں ہوتا۔ اس صورت میں دوشنبہ ۲/ربیع الاول کو اور ۹/ربیع الاول کو ہوگا۔

{ممکن الوقوع صورتوں کا نقشہ}

نمبر شمار	صورت	دوشنبہ	دوشنبہ	دوشنبہ
۱	ذی الحجہ ۳۰،محرم وصفر ۲۹	۱	۸	۱۵
۲	ذی الحجہ ومحرم ۲۹ صفر ۳۰	۱	۸	۱۵
۳	ذی الحجہ ۲۹ محرم ۳۰ صفر ۳۰	۸	۱۵	
۴	ذی الحجہ ۳۰ محرم ۲۹ صفر ۳۰	۷	۱۴	۲۱
۵	ذی الحجہ ۳۰ محرم ۳۰ صفر ۲۹	۷	۱۴	۲۱
۶	ذی الحجہ ۲۹ محرم وصفر ۳۰	۱	۸	۱۵

ظاہر ہے کہ ان صورت میں سے صرف یکم ربیع الاول ہی صحیح اور قابل تسلیم ثابت ہے۔ اس کی تصدیق مزید یوں بھی ہوسکتی ہے کہ یوم وقوف عرفات سے مہینوں کے طبعی دور کے مطابق حساب کرلیا جائے ۹/ذی الحجہ ۱۰ھ کو جمعہ تھا اور یکم ربیع الاول ۱۱ھ کو لازماً دوشنبہ ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہے کہ حجۃ الوداع کے یوم سے وفات تک اکاسی (۸۱) دن ہوتے ہیں۔ اس حساب سے بھی دوشنبہ یکم ربیع الاول ہی کو آتا ہے۔

غرض یکم ربیع الاول ۱۱ھ ہی صحیح تاریخ وفات معلوم ہوتی ہے اس کی متوازی عیسوی تاریخ ۲۵/یا ۲۶/مئی ۶۳۲ء نکلتی ہے۔ (رسولِ رحمت، صفحہ ۲۵۴)

نوٹ: اس کے علاوہ بے شمار حوالہ جات پیش کیے جاسکتے ہیں، اہلِ انصاف کے لیے اتنا کافی ہے اور ضدی کے لیے دفتر بھی ناکافی۔

سوگ یا سُرور: جس کا کوئی عزیز مرجائے تو اس کا زیادہ سے زیادہ تین دن سوگ ہوتا ہے، ہاں

روافض کی رسم ہے کہ سال بسال سوگ مناتے ہیں، جولوگ نبی پاک ﷺ کو مردہ مانتے ہیں وہ بے شک سوگ منائیں، ہم اہل سنّت تو اپنے نبی کریم ﷺ کو ہمیشہ دائمی زندہ مانتے ہیں اور زندہ کا ماتم نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لیے فرحت وسرور ہوتا ہے، ہاں موت کے ہم قائل ہیں؛ لیکن- انبیا کو بھی اجل آنی -مگر ایسی کہ فقط آنی ہے- اس موت کی تاریخ جمہور کے نزدیک ۱۲/ربیع الاول نہیں، اگر کوئی قول ہے تو اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

سوال: اسی دن آپ ﷺ کا وصال بھی ہوا اس پر غم کیوں نہیں کیا جاتا ہے؟

جواب: اُمّت کے حق میں حضور ﷺ کی ولادت اور رحلت اطہر دونوں رحمت ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری ظاہری حیات اور میرا وصال دونوں تمہارے لیے باعث خیر ہیں: **حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ وَمَوْتِي خَيْرٌ لَكُمْ** (الجامع الصغير، الجزء ۲، الصفحة ۸۳، الحديث ۳۷۷۰)

(الشفا بتعريف حقوق المصطفى، الباب القسم الاول في تعظيم، فصل الاول فيما جاء من ذلك مجيء المدح والثناء وتعداد المحاسن، الجزء ۱، الصفحة ۱۶، دار الفكر)

دوسرے مقام پر اس کی حکمت ذکر کرتے ہوئی فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی اُمت پر اپنا خاص کرم کرنے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اس اُمت کے نبی کو وصال عطا کرکے اس اُمت کے لیے شفاعت کا سامان کردیتا ہے اور جب کسی اُمت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی ظاہری حیات میں ہی عذاب میں مبتلا کرکے ہلاک کردیتا ہے، اور اس اُمت کی ہلاکت کے ذریعے اپنے پیارے نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرماتا ہے: **إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَرَادَ رَحْمَةَ أُمَّةٍ مِنْ عِبَادِهِ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا بَيْنَ يَدَيْهَا وَإِذَا أَرَادَ هَلَكَةَ أُمَّةٍ عَذَّبَهَا وَنَبِيُّهَا حَيٌّ فَأَهْلَكَهَا وَهُوَ يَنْظُرُ فَأَقَرَّ عَيْنَهُ بِهَلَكَتِهَا حِينَ كَذَّبُوهُ وَعَصَوْا أَمْرَهُ۔** (صحيح مسلم، كتاب الفضائل، الباب اذا اراد الله تعالى رحمة امة قبض نبيها قبلها، الجزء ۱۵، الصفحة ۲۰۸، الحديث ۶۱۰۵)

فائدہ: مذکورہ حدیث میں لفظ ”فرط“ کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں: اصل الفرط هو الذي يتقدم الواردين يهيئ لهم ما يحتاجون إليه عند نزولها

فی منازلھم ثم استعمل لشفیع فیمن خلفه (مرقات)

یعنی ''فرط'' کسی مقام پر آنے والوں کی ضروریات اُن کی آمد سے پہلے مہیا کرنے والے شخص کو کہا جاتا ہے۔ پھر اپنے بعد آنے والے کی سفارش کرنے والے کے لیے مستعمل ہونے لگا۔

فائدہ: اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی عنایت ہے کہ آخرت میں پیش ہونے سے پہلے اس کے لیے حضور ﷺ کو شفیع بنا دیا گیا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا میرا وصال بھی تمہارے لیے رحمت ہے۔ جب یہ بات طے پا گئی کہ اُمت کے حق میں دونوں رحمت ہیں تو اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں میں نعمتِ عظمیٰ کون سی ہے؟ تو ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی دُنیا میں تشریف آوری اُمت کے حق میں ایسی عظیم نعمت ہے کہ اس کے ذریعے ہی دوسری ہر نعمت حاصل ہوئی۔

امام جلال الدین سیوطی مذکورہ سوال کا جواب دیتے ہوئے اُصولِ شریعت بیان کرتے ہیں کہ: **وَقَدْ أَمَرَ الشَّرْعُ بِالْعَقِيقَةِ عِنْدَ الْوِلَادَةِ، وَهِيَ إِظْهَارُ شُكْرٍ وَفَرَحٍ بِالْمَوْلُودِ، وَلَمْ يَأْمُرْ عِنْدَ الْمَوْتِ بِذَبْحٍ وَلَا بِغَيْرِهِ بَلْ نَهَى عَنِ النِّيَاحَةِ وَإِظْهَارِ الْجَزَعِ، فَدَلَّتْ قَوَاعِدُ الشَّرِيعَةِ عَلَى أَنَّهُ يَحْسُنُ فِي هَذَا الشَّهْرِ إِظْهَارُ الْفَرَحِ بِوِلَادَتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُونَ إِظْهَارِ الْحُزْنِ فِيهِ بِوَفَاتِهِ**

(الحاوی للفتاوی، الباب حسن المقصد فی عمل المولد، الجزء ۱، الصفحۃ ۲۷۸۔۲۷۷)

یعنی شریعت نے ولادت کے موقعہ پر عقیقہ کا حکم دیا ہے اور یہ بچے کے پیدا ہونے پر اللہ کے شکر اور خوشی کے اظہار کی ایک صورت ہے؛ لیکن موت کے وقت ایسی کسی چیز کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ نوحہ، جزع وغیرہ سے منع کر دیا ہے۔ شریعت کے مذکورہ اُصول کا تقاضا ہے کہ ربیع الاول شریف میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی کا اظہار کیا جائے نہ کہ وصال پر غم۔

اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے مفتی عنایت احمد کاکوروی؛ حرمین شریفین کے حوالے سے لکھتے ہیں: علما نے لکھا ہے کہ اس محفل میں ذکر وفات شریف نہ چاہیے اس لیے کہ یہ محفل واسطے خوشی میلاد شریف کے منعقد ہوتی ہے۔ ذکر غم جانکاہ اس محفل میں نازیبا ہے۔ حرمین شریفین میں ہرگز عادت ذکر قصہ وفات کی نہیں ہے۔ (تواریخ حبیبِ الٰہ، صفحہ ۱۵)

اور پھر آپ ﷺ کا وصال ایسا نہیں جو اُمت سے ﷺ کا تعلق ختم کر دے؛ بلکہ آپ

ﷺ کا فیضانِ نبوت تا قیامت جاری ہے۔ اور آپ ﷺ برزخی زندگی میں دُنیاوی زندگی سے بڑھ کر حیات کے مالک ہیں۔ حضرت مُلّا علی قاری نے آپ کے وصال کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے: **لیس ھناك موت ولا فوت بل انتقال من حال الی حال**۔ (مرقات)

یعنی کہ یہاں نہ موت ہے اور نہ وفات بلکہ ایک حال سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا ہے۔

ولادت ۱۲؍ربیع الاول یا ۹: یہ ایک مسلمہ اَمر ہے کہ مسلمانانِ عالم شروع ہی سے متفقہ طور پر یومِ ولادت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ۱۲؍ربیع الاول کو مناتے چلے آ رہے ہیں اور آج بھی یہ مبارک دن دُنیا کے تمام ممالک میں ۱۲؍ربیع الاول ہی کو نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ میں بھی اسی تاریخ کو حجازی مسلمانوں کا ایک عظیم الشان اجتماع ہر سال انعقاد پذیر ہوتا ہے۔ ایامِ حج کے اجتماع کے بعد اسے سب سے بڑا اور شان دار اجتماع کہا جا سکتا ہے۔ اہالیانِ مدینہ طیبہ اپنے اپنے گھروں میں بھی اسی تاریخ کو میلاد شریف کی محافل منعقد کرتے ہیں، لیکن اس کی زیادہ تشہیر نہیں کی جاتی۔ دُنیا میں کوئی ایسا ملک یا علاقہ نہیں جہاں ۱۲؍ربیع الاول کے علاوہ کسی اور تاریخ کو یوم ولادت منایا جاتا ہو۔ بعض مؤرخین نے ۱۲؍ربیع الاوّل کے علاوہ جو تاریخیں لکھی ہیں یا اُن کے سہو یا کم زور روایات پر انحصار کے نتیجے میں اُن سے لغزش سرزد ہوئی ہے۔ اور اسلامی لٹریچر میں ایسی باتیں یا روایتیں بیشمار ملتی ہیں۔ لیکن جو لوگ میلاد النبی ﷺ منانے کے مخالف ہیں؛ انھوں نے مؤرخین کے اس سہو یا تسامح سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے یہ اشتباہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ ۱۲؍ربیع الاول صحیح تاریخِ ولادت نہیں ہے اور موجودہ دور کے بعض سیرت نگاروں نے محمود پاشا فلکی کی علمِ نجوم اور ریاضی کے ذریعے دریافت کی ہوئی تاریخ ۹؍ربیع الاول کو صحیح قرار دیا ہے۔ حالاں کہ سیرت کی اولین کتب میں یہ تاریخ نہیں ملتی اور نہ کسی صحابی یا تابعی کا کوئی قول ۹؍ربیع الاول کے باب میں ملتا ہے۔

جمہور کی آواز: دین و دُنیا کا یہ قانون ہے اور ہر ذہن کو قابلِ قبول ہے کہ بات وہی حق ہوتی ہے جس طرف جمہور ہوں؛ فقیر ذیل میں جمہور از صحابۂ کرام تا حال کی تصریحات عرض کرے جس میں متفقہ فیصلہ ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی ولادتِ کریمہ ۱۲؍ربیع الاول کو ہے، اس کے برعکس نہ صرف ۹؍ بلکہ ۲؍ربیع الاول ۵؍ربیع الاول ۱۰؍ربیع الاول تمام اقوال ناقابلِ قبول

ہیں؛ اس لیے کہ یہ تمام اقوال خلافِ تحقیق یا مؤول ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ کی ولادت کے بارے میں حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے صحیح اسناد سے روایت فرمایا: **وَقَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مِينَا عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَا: وُلِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيلِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ الثَّانِيَ عَشَرَ مِنْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ**

(البداية والنهاية، جلد ٣، صفحہ ١٣٥، إحياء التراث)(السيرة النبوية لابن كثير، الجزء ١، الصفحة ١٩٩)

یعنی ''عفان سے روایت ہے؛ وہ سعید بن مینا سے روایت کرتے ہیں کہ جابر اور ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں سوموار کے روز بارہویں ربیع الاوّل کو ہوئی۔

فائدہ: اس حدیث کے راوی ابوبکر بن محمد بن شیبہ بڑے ثقہ، حافظِ حدیث تھے۔ ابوزرعہ رازی المتوفی ۲۶۴ھ فرماتے ہیں: ''میں نے ابوبکر بن محمد بن شیبہ سے بڑھ کر حافظِ حدیث نہیں دیکھا۔''

محدث ابن حبان فرماتے ہیں: ''ابوبکر عظیم حافظِ حدیث تھے۔ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے حدیثیں لکھیں۔ ان کی جمع و تدوین میں حصّہ لیا اور حدیث کے بارے میں کتب تصنیف کیں۔ آپ نے ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔ ابنِ ابی شیبہ نے عفان سے روایت کیا ہے جن کے بارے میں محدثین نے فرمایا کہ عفان ایک بلند پایہ امام، ثقہ اور صاحبِ ضبط و اتقان ہیں اور سعید بن مینا بھی ثقہ ہیں۔

یہ صحیح الاسناد روایت دو جلیل القدر صحابہ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ پس اس قول کی موجودگی میں کسی مؤرخ کا یہ کہنا کہ سرکار ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کے علاوہ کسی اور دن ہوئی، ہرگز قبول نہیں۔

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما؛ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ حضور پاک ﷺ سے قریبی رشتہ ہونے کی وجہ سے اُن کی بات سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ انھوں نے یہ روایت ہاشمی خاندان کے بزرگوں یا سن رسیدہ خواتین سے سُنی ہوگی۔

حضرت ابن عباس کے لیے رسالت مآب ﷺ نے دُعا فرمائی: **اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ**

وَانْشُرْ مِنْهُ (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، المهاجرون من الصحابة، عبد الله بن عباس، الجزء ١، الصفحة ١٦٧)

یعنی ''اے اللہ ان کو برکت عطا فرما اور ان سے نورِ علم پھیلا۔''

(۱) محمد بن اسحاق کا قول: حضرت محمد بن اسحاق پہلے سیرت نگار ہیں۔ ان سے پہلے ''مغازی'' تو لکھی جاچکی تھیں، مگر حضور سید الانام ﷺ کی سیرت کا آغاز انھوں نے ہی کیا۔ ابن اسحاق نے بھی اپنی کتاب کا نام ''کتاب المغازی'' ہی رکھا۔ لیکن یہ کتاب فی الاصل تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے، یعنی المبتداء، المبعث اور المغازی۔ پہلے حصے میں اسلام سے پہلے نبوت کی تاریخ ہے۔ دوسرا حصہ آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی اور تیسرا حصہ مدنی زندگی پر مشتمل ہے، حضرت محمد بن اسحاق رسول اکرم ﷺ کی ولادت کے بارے میں لکھتے ہیں: **وُلِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيعِ الْأَوَّلِ عَامَ الْفِيلِ**۔ (سيرت ابن هشام، الفصل رواية بن مخرمة عن مولده صلى الله عليه وسلم، الجزء ١، الصفحة ١٥٨)

یعنی آنحضرت ﷺ پیر کے دن بارہ ربیع الاول عام الفیل کو جلوہ افروز ہوئے۔

فائدہ: ابن اسحاق امام زُہری کے شاگرد اور تابعی تھے۔ اُن کا انتقال ۱۵۰ھ (یا شاید ۱۵۱ھ) میں ہوا۔ پہلے یہ کتاب ناپید تھی، اور اصل کتاب کہیں نہیں ملتی تھی۔ مگر نقوش کے ''رسول نمبر'' نے یہ مسئلہ حل کردیا۔ ''رسول نمبر'' جلد اوّل میں ڈاکٹر نثار احمد فاروقی جرمن مستشرق جوزف ہورووِتس (Joseph Horovitz) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ابنِ اسحاق کی تالیف، سیرت کے موضوع پر پہلی تحریر ہے جو ہمیں اقتباسات کی شکل میں نہیں بلکہ ایک مکمل اور خاصی ضخیم کتاب کی صورت میں ملی ہے۔''

سیرت ابنِ اسحاق کی تحقیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے کی۔ اُردو ترجمہ نُور الٰہی ایڈووکیٹ نے کیا اور جنوری ۱۹۸۵ء میں نقوش کے ''رسول نمبر'' کی جلد یازدہم میں شائع ہوئی۔

سیرت ابنِ اسحاق کی تحقیق لندن یونی ورسٹی کے عربی پروفیسر (A.Guillaume) نے بھی کی اور اس کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا۔ جو ۱۹۵۵ء میں آکسفورڈ یونی ورسٹی (Oxford)

(University نے شائع کی۔ اس میں بھی سرکار ﷺ کی ولادت کے بارے میں یہ لکھا ہے:

The Apostle was born on Monday ,12 Rabi-ul-awwal, in the year of the Elephant .

یعنی ’’پیغمبرِ خدا عام الفیل میں ۱۲ / ربیع الاول کو پیر کے دن پیدا ہوئے۔‘‘

(۲) ابنِ ہشام کا قول: حضرت ابو محمد عبدالمالک بن محمد بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ نے ’’سیرت ابنِ ہشام‘‘ میں لکھا ہے: ’’رسولِ خدا (ﷺ) پیر کے دن بارھویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ جس سال اصحابِ فیل نے مکہ پر لشکر کشی کی تھی۔‘‘

’’سیرتِ ابنِ ہشام‘‘ ایک مستند تاریخ کی کتاب ہے۔ جس کی کئی شرحیں، تلخیصات اور منظومات لکھی جا چکی ہیں۔ اس کا فارسی، اُردو، انگریزی، جرمن اور لاطینی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ حافظ ابنِ یونس نے ابنِ ہشام کو ثقہ قرار دیا ہے اور کسی نے تجریح وتضعیف نہیں کی بلکہ ہر تذکرہ نگار نے ان کا ذکر احترام اور اعتراف کے ساتھ کیا ہے۔

(۳) ابی الفداء اسمٰعیل ابنِ کثیر کا قول: حافظ عماد الدین ابی الفداء اسمٰعیل ابن کثیر القرشی الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ ’’السیرۃ النبوّۃ‘‘ میں رقم طراز ہیں: **أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مِينَا عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا: وُلِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيلِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ الثَّانِيَ عَشَرَ مِنْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ وهذا هو المشهور عند الجمهور** (السيرة النبوية لابن كثير، الجزء ۱، الصفحة ۱۹۹)

(البداية والنهاية، جلد ۳، صفحہ ۱۳۵، إحياء التراث)

علامہ ابن کثیر جیسے جیّد عالم، محدث، مفسر اور مؤرخ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی ولادت ۱۲ / ربیع الاوّل کو ہوئی۔

نوٹ: مخالفین ابن تیمیہ کے بعد ابنِ کثیر کو اپنا امام مانتے ہیں۔

(۴) علامہ ابنِ جوزی کا قول: ابو الفرج عبدالرحمٰن جمال الدین بن علی بن محمد القرشی البکری الحنبلی (۵۱۰ھ۔ ۵۹۷ھ) نے ’’الوفا‘‘ میں لکھا ہے:

’’آپ کی ولادت سوموار کے دن عام الفیل میں دس ربیع الاول کے بعد ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ربیع الاول کی دو راتیں گزرنے کے بعد یعنی تیسری تاریخ کو اور دوسری روایت یہ ہے کہ بارھویں رات کو ولادت ہوئی۔‘‘

علامہ ابنِ جوزی نے حضور ﷺ کے حالات پر ایک کتاب ’’**تلقیحُ فُھومِ الاثر**‘‘ بھی لکھی۔ جسے مولانا محمد یوسف بریلوی نے ۱۹۶۹ء میں مفید حواشی کے ساتھ شائع کیا۔ یہ جیّد برقی پریس دہلی سے چھپی تھی۔ اس میں بھی علامہ ابنِ جوزی نے پیر کا دن اور ماہِ ربیع الاول کی دیگر تواریخ کے ساتھ بارہ بھی لکھی ہے۔ ابنِ جوزی نے ’’**مولد النبی**‘‘ کے نام سے ایک رسالہ بھی لکھا۔ اس کا ترجمہ مولانا عبدالحلیم لکھنوی نے کیا تھا، جو ۱۹۲۳ء میں لکھنؤ سے چھپا؛ اس میں تاریخِ ولادت کے بارے میں لکھا ہے:

’’تاریخِ ولادت میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ ربیع الاول کی بارھویں شب کو پیدا ہوئے؛ یہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ دوسرا یہ کہ آٹھویں اس ماہ کی پیدا ہوئے؛ یہ حضرت عکرمہ کا قول ہے۔ تیسرا یہ کہ آپ ﷺ کی ولادت ۲ / ربیع الاول کو ہوئی؛ یہ حضرت عطا کا قول ہے۔ مگر سب سے صحیح قول پہلا قول ہے۔‘‘

علامہ ابنِ جوزی ایک فصیح البیان واعظ، بلند پایہ محقق اور عظیم المرتبت مصنف تھے۔ اندازاً تین سو کتابیں لکھیں۔ علامہ ابنِ جوزی نے ۱۲ / ربیع الاول کے علاوہ ۲، ۸ / اور ۱۰ / ربیع الاول کے بارے میں اقوال نقل کیے ہیں؛ لیکن ۱۲ / ربیع الاول پر انھوں نے اجماع نقل کیا ہے۔

(۵) شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی: شارح بخاری نے لکھا ہے: **قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: وُلِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيعِ الْأَوَّلِ۔**

(السيرة النبوية لابن هشام، ولادة رسول الله صلى الله عليه وسلم ورضاعته، رأى ابن إسحاق في مولده صلى الله عليه وسلم، الجزء ۱، الصفحة ۱۵۹، مؤسسة علوم القرآن)

یعنی آپ ﷺ کی ولادت پیر کے دن جب ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔

(۶) فاضل زرقانی: فرماتے ہیں: ’’**اَلْمَشْهُورُ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ يَوْمَ**

الِاثْنَيْنِ الثَّانِي عَشَرَ مِنْ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ إِمَامُ الْمَغَازِي۔" (شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية، المقصد الاول، ذكر تزوج عبد الله آمنه، الجزء١، الصفحة ١٣٢، دار المعرفة بيروت)

یعنی مشہور یہی ہے کہ آپ ﷺ پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور امامِ مغازی محمد بن اسحاق کا یہی قول ہے۔"

(٧) احمد موسیٰ البکری: احمد موسیٰ البکری کی کتاب "التاریخ العزلی القدیم والسیرۃ النبویۃ" سعودی عرب کی وزارۃ المعارف نے ١٣٩٦ھ میں طبع کرائی۔ اس میں آنحضرت ﷺ کی ولادت کے متعلق ہے:

"ولد رسول الكريم محمد ﷺ في مكة المكرمة في فجر يوم الاثنين الثاني عشر۔ عن ربيع الاول الموافق ٢٠ نيسان (اپريل) ٥٧١م وتعرف سنة مولده بعام الفيل۔"

یعنی رسولِ کریم محمد مصطفیٰ ﷺ مکہ مکرمہ میں عام الفیل کے سال پیر کے دن ١٢ر ربیع الاول مطابق ٢٠ر اپریل ٥٧١ء کو صبح کے وقت پیدا ہوئے۔"

(٨) ابراہیم الابیاری: "مهذب السيرة النبوية" میں رقم طراز ہیں: قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: وُلِدَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ عَامَ الْفِيْلِ۔

(السيرة النبوية لابن هشام، ولادة رسول الله صلى الله عليه وسلم ورضاعته، رأی ابن إسحاق في مولده صلى الله عليه وسلم، الجزء الاول، الصفحة ١٥٩، مؤسسة علوم القرآن)

یعنی رسول اللہ ﷺ پیر کے دن ١٢ر ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔"

(٩) ابنِ سید الناس: نے "عُيُوْنُ الاثر" میں لکھا ہے: وَوُلِدَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ عَامَ الْفِيْلِ (عيون الاثر، الجزء١، الصفحة ٣٩)

یعنی ہمارے پیارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ پیر کے دن جب ١٢ر ربیع الاول کی راتیں

گزری تھیں، عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

(١٠) امام محمد غزالی: (آپ) نے "فقه السيرة" میں حضور ﷺ کی تاریخِ ولادت یہ درج فرمائی ہے:

"سنة ٥٧٠ مفي الثاني عشر من ربيع الاوّل ٥٣ ق۔ ه"

یعنی ٥٧٠ء میں ١٢ر ربیع الاول ٥٣ قبل ہجرت۔

(١١) ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی: (آپ) نے اپنی کتاب "عَلِّمُوْا اَوْلَادَكُمْ مَحَبَّةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" (اپنی اولاد کو سرکار ﷺ کی محبت کا درس دو) میں ربیع الاول کی ١٢ر تاریخ کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن وزارتِ اعلام، سعودی عرب کے زیر اہتمام ١٩٨٧ء میں شائع ہوا۔ وہ حضور ﷺ کی ولادت کے متعلق لکھتے ہیں:

"يقول ابن اسحاق شيخ كتاب السيرة (وُلِدَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ عَامَ الْفِيْلِ)۔"

یعنی ابنِ اسحاق جو سیرت نگاروں کے امام ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے عام الفیل کے مہینے ربیع الاول کی بارھویں شب کو پیر کے دن تولد فرمایا۔

(١٢) ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی: رقم طراز ہیں: "واما ولادته ﷺ فقد كانت في عام الفيل، اي العام الذي حاول فيه ابرهة الاشرم غزو مكة وهدم الكعبة فرده الله عن ذلك بالاية الباهرة التي وصفها القران، كانت على الارجح يوم الاثنتي عشرة ليلة خلت من شهر ربيع الاوّل۔"

یعنی جہاں تک آپ ﷺ کی ولادت کا تعلق ہے وہ عام الفیل میں تھی۔ یعنی اس سال میں جب ابرہہ الاشرم نے یہ کوشش کی کہ وہ مکے پر حملہ کر کے کعبے کو گرا دے۔ لیکن خداوندِ عالم نے کھلی نشانی کے ذریعے اس کو وہاں سے دفع کیا جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ ولادت کے متعلق زیادہ قولِ قوی یہ ہے کہ وہ پیر کے دن تھی اور ربیع الاول کے مہینے کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔

(۱۳) ابوالحسن علی الحسینی الندوی: نے "قصص النّبیّین" کی جلد پنجم موسوم بہ "سیرۃ خاتم النبیّین" میں لکھا ہے:

وَوُلِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، اَلْيَوْمَ الثَّانِيَ عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِيعِ الْأَوَّلِ عَامَ الْفِيلِ

یعنی رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں ۱۲/ربیع الاول کو پیر کے دن پیدا ہوئے۔"

(۱۴) محدثِ جلیل سید جمال حسینی: نے ۸۸۰ھ میں "روضۃ الاحباب" لکھی۔ انھوں نے ولادتِ سرکار ﷺ کے متعلق لکھا: "مشہور قول یہ ہے اور بعض نے اسی پر اتفاق کیا ہے کہ آپ ﷺ ربیع الاول کے مہینہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۲/ربیع الاول مشہور تاریخ ولادت ہے۔ بعض نے ربیع الاول کا پہلا دوشنبہ بتایا ہے۔ اور یومِ دوشنبہ کے یوم ولادت ہونے کے بارے میں علما کا اتفاق ہے۔ نوشیرواں کی حکومت کو جب چالیس سال پورے ہوئے تو آپ ﷺ پیدا ہوئے۔ صاحب جامع الاصول نے بیان کیا کہ سکندر رومی کو آٹھ سو سال سے زیادہ ہو چکے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چھ سو سال گزر چکے تھے کہ پیدا ہوئے۔

(۱۵) شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے لختِ جگر شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب: "مختصر۔ سیرت الرسول" میں لکھتے ہیں: "وولد علیہ السلام یوم الاثنین لثمان خلون من ربیع الاوّل، اختارہ وقیل لعشر منہ، وقیل لاثنتی عشرۃ خلت منہ"

یعنی حضور ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے جب ربیع الاول کے آٹھ دن گزر چکے تھے۔ اور ایک اور قول کے مطابق ۱۲/دن گزر چکے تھے۔"

(۱۶) عظیم مؤرخ ابنِ خلدون متوفی ۸۰۸ھ نے "سیرت الانبیاء" میں لکھا ہے کہ: حضورِ اکرم ﷺ کی ولادت دوشنبہ بارہ ربیع الاول ۵۷۰ء کو ہوئی۔

نوٹ: مخالفین ہمیشہ عوام کو اُکساتے رہتے ہیں کہ سعودی عرب کی شریعت پر عمل کرو۔ یہ حوالہ تو سعودی عرب کے امام اوّل کے لختِ جگر کا ہے اس کو بھی مان لو۔

(۱۷) طبری نے ۱۲/ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔

(۱۸) طیبی نے لکھا ہے کہ: حضور پاک رحمۃ للعالمین ﷺ روز دوشنبہ دوازدہم ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔

(۱۹) مولوی سیّد محمد الحسنی ایڈیٹر "البعث الاسلامی" نے "نبی رحمت" میں ۱۲/ربیع الاول دوشنبہ کا دن یوم ولادت قرار دیا ہے۔

(۲۰) امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۲ء) لکھتے ہیں کہ: آپ ﷺ کی ولادت ماہِ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو پیر کے دن طلوعِ صبح کے قریب ہوئی۔ علامہ نبہانی جامعۃ الازہر مصر کے فارغ التحصیل تھے۔ ایک راسخ العقیدہ مسلمان اور عاشقِ رسول تھے۔ حضرت احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے ہم عصر تھے۔ اُن کی ایک کتاب (الدولۃ المکیۃ) پر زور دار تقریظ بھی لکھی تھی۔

(۲۱) مشہور عالمِ دین الشیخ مصطفیٰ الغلایینی (متوفی ۱۹۴۴ء) پروفیسر بیروت اپنی تالیف "لباب الخیار فی سیرۃ المختار" میں رقم طراز ہیں: "ربیع الاول کی بارھویں تاریخ کو عالمِ مادی آپ ﷺ کے وجودِ مسعود سے مشرف ہوا۔"

نوٹ: علامہ مصطفیٰ الغلایینی جماعتِ اسلامی کے ممدوحین میں سے تھے۔ اُن کی کتاب کا ترجمہ ملک غلام علی نے کیا۔ جو مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور نے شائع کیا۔ اس پر "پیش لفظ" ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا۔ اگر مودودی کو بارہ ربیع الاول کے دن حضورِ اکرم ﷺ کے ولادت باسعادت کے قول سے اختلاف ہوتا تو وہ حاشیہ وتقریظ میں اس کا اظہار کرتے۔ لیکن مودودی نے بارہ ربیع الاول کو یوم ولادتِ مصطفیٰ ﷺ سے اختلاف نہیں کیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ جماعت اسلامی بھی ۱۲/ربیع الاول کو آنحضرت ﷺ کا یومِ ولادت مانتی ہے۔

مصر کے سیرت نگار سرکارِ دو عالم ﷺ کی ولادتِ پاک ۱۲/ربیع الاول ہی تسلیم کرتے ہیں۔ چند مصری اہل سیر کی کُتب سے رسول اکرم ﷺ کے یومِ ولادت کا ذکر کرتا ہوں۔

(۲۲) ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے "حیاتِ محمدؐ" میں تحریر کیا ہے: "والجمهور علی انه ولد فی الثانی عشر من شهر ربیع الاوّل۔"

یعنی اکثریت کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔

(۲۳) شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ جامعہ فواد قاہرہ؛ اپنی عربی تصنیف ''محمد رسول اللہ'' میں رقم طراز ہیں:

''بتاریخ ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۰ راگست ۵۷۰ء بروز دوشنبہ صبح کے وقت حضورِ اکرم (ﷺ) کی ولادت باسعادت ہوئی۔ (اہلِ مکہ کا معمول چلا آرہا ہے کہ وہ آج تک آپ کی ولادت کے وقت آپ کے مقام ولادت کی زیارت کرتے ہیں) اسی سال اصحابِ فیل کا واقعہ پیش آیا تھا۔ نیز کسریٰ نوشیرواں خسرو بن قباد بن فیروز کی حکومت پر چالیس سال گزر چکے تھے۔

نوٹ: شیخ محمد رضا کی یہ کتاب پہلی بار مئی ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ سیرت پر بہترین کتب میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ مصنف نے بڑی چھان بین کے بعد ہر بات لکھی ہے، وہ خود فرماتے ہیں: میں نے اس تالیف میں مختلف روایات کی تحقیق و چھان بین کی ہے۔ نیز صرف ان صحیح ترین روایات ہی کو جن پر اکابر صحابہ و علما کا اتفاق ہے پیش کیا ہے۔

(۲۴) مصر کے شہرۂ آفاق عالم شیخ محمد ابوزہرہ اپنی تالیف ''خاتم النبیین'' میں لکھتے ہیں: ''والجمهرة المعظى من علماء الرواية على ان مولده عليه الصلوٰة والسلام فى ربيع الاوّل من عام الفيل فى ليلة الثانى عشر منه۔''

(۲۵) علامہ محی الدین خیاط مصری نے ''تاریخ اسلام'' میں ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ ۲۰ راپریل ۵۷۱ء کو آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن قرار دیا ہے۔

(۲۶) انڈونیشیا کے اسکالر ڈاکٹر فواد فخر الدین کی رائے: انڈونیشیا کے اسکالر اپنے ایک مضمون بعنوان ''رسول اکرم اور انسانی معاشرہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''۱۲ ربیع الاول کی تاریخ وہ مبارک تاریخ ہے، جس میں سرورِ کائنات ﷺ اس دُنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

(۲۷) جنوبی افریقہ کے عالم کا قول: جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن (Durban) سے شائع ہونے والے The Muslim Digest کے دسمبر ۱۹۴۴ء کے شمارے میں ابراہیم عمر جیلوا اپنے مضمون بعنوان ''تین عیدیں'' (The Three Eids) میں رقم طراز ہیں:

The 12th of lunar month of Rabi -ul-Awwal is

Commonly taken to be the date of the birth of Prophet.

یعنی قمری سال کے ماہِ ربیع الاول کی ۱۲ رتاریخ کو مشترکہ طور پر پیغمبر ﷺ کا یومِ ولادت منایا جاتا ہے۔ (رسول نمبر، صفحہ ۶۴۹)

برصغیر کے علما کے نزدیک صحیح تاریخ ولادت: برصغیر کے علما کی اکثریت نے ۱۲ ربیع الاول کو یومِ ولادت تسلیم کیا ہے۔ شبلی نعمانی سے پہلے کسی نے بھی ۹ ربیع الاول نہیں لکھی۔ جو سیرت کی کتب مجھے مل سکی ہیں اُن کا ذکر کرتا ہوں۔

(۲۸) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سُرور المخزون ترجمہ نُور العُیون'' صفحہ ۹ر میں تحریر فرمایا ہے: ولادت آنحضرت ﷺ روز دوشنبہ مستحق شداز شہر ربیع الاول از سالے کہ واقعۂ فیل دراں بود۔ بعض گفتہ اند بتاریخ دوم وبعض گفتہ اند بتاریخ سوم وبعض گفتہ اند بتاریخ دوازدہم۔''

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب ۱۸۹۱ء میں مطبع محمدی لاہور نے شائع کی تھی جو ۲۴ رصفحات پر مشتمل تھی۔ اس کا ترجمہ عزیز ملک نے ''سیّد المرسلین'' کے نام سے کیا جو ادبستان لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔ مگر وہ ترجمہ کرتے وقت دیانت داری کا دامن نہ تھام سکے اور ترجمہ یوں کیا: ''آنحضرت ﷺ کا یوم ولادت متفقہ طور پر دوشنبہ کا دن اور ربیع الاول کی نو تاریخ تھی، واقعہ فیل بھی اسی سال ہوا تھا۔ لیکن اسی کتاب کا ترجمہ خلیفہ محمد عاقل نے ''سیرت الرسول'' کے نام سے کیا جو دارالاشاعت کراچی سے شائع ہوا؛ انھوں نے صحیح ترجمہ اس طرح کیا: ''جس سال واقعۂ فیل پیش آیا، اسی سال ماہِ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن آنحضرت ﷺ کی ولادت ہوئی، جمہور کے نزدیک یہی قول صحیح ہے۔ البتہ تاریخ ولادت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض نے دوسری بعض نے تیسری اور بعض نے بارھویں تاریخ بیان کی ہے۔

راز فاش: ناظرین نے دیکھا کہ ملک صاحب نے کیسی علمی خیانت کی؛ جس کا راز فاش کیا تو اس کے اپنے بھائی نے۔ دارالاشاعت مفتی محمد شفیع دیوبندی کے بیٹے کا علمی زمانہ یاد رہے کہ ایسے کارنامے اس جماعت کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے؛ صرف بدلنے کی بات نہیں یہ کتابوں اور

صفحات اور عبارات بدلنے کو دین کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں دراصل یہ یہودیانہ سازش ہے۔
تفصیل دیکھیے فقیر کی کتاب: ''التحقیق الجلی فی مسلک شاہ ولی''

(۲۹) ڈاکٹر محمد ایوب قادری: علامہ کاکوروی کی کتاب ''تواریخ حبیب الٰہ'' کے متعلق لکھتے ہیں:

اُردو زبان میں سیرتِ مبارکہ پر شمالی ہند میں یہ پہلی قابلِ ذکر کتاب ہے؛ علامہ عنایت احمد کاکوروی ایک جیّد عالم تھے، انھوں نے جنگِ آزادی میں حصّہ لیا تھا اور کالا پانی میں قید رہے تھے۔ علم ہیئت و ہندسہ کے ماہر تھے۔ علم نجوم کے متعلق ایک کتاب موسوم بہ ''**مواقع النجوم**'' لکھی اور ''**ملحضائے حساب**'' بھی تصنیف کی؛ علم ہندسہ اور نجوم کے زیرک عالم ہونے کے باوجود انھوں نے تاریخ ولادت ۱۲/ربیع الاول ہی لکھی ہے۔ اگر تقویمی حساب سے پیر کے دن اور بارہ ربیع الاول میں مطابقت نہ ہوتی اور اختلاف ہوتا یا انہیں قدما کے موقف پر شک ہوتا تو علامہ کاکوروی ضرور بیان کرتے اور ۱۲/تاریخ سے اختلاف کرتے؛ مگر ایسا نہیں ہے۔ علامہ کاکوروی ۷/شوال المکرم ۹ ۷ ۱۳ھ کو حالتِ احرام میں جدّہ کے قریب ایک ہوائی حادثے میں شہید ہوئے۔

(۳۰) سرسیّد احمد خان بانی علی گڑھ یونی ورسٹی اپنی کتاب ''سیرتِ محمدی'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''جمہور مؤرخین کی یہ رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ بارھویں ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے برس یعنی ابرہہ کی چڑھائی سے پچپن روز بعد پیدا ہوئے۔''

''**خطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیہ**'' کے انگریزی ترجمہ:

Life of Muhammad Birth and Childhood of Muhammad

(حضرت محمد ﷺ کی ولادت اور بچپن) کے زیرعنوان لکھا ہے:

Oriental historian are for the most part of opinton that the date of Mohammad's birth was 12th of Rabi 1,in the first year of Elephant or fifty five days after the attack of Abraha.

یعنی جمہور مؤرخین کی رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ بارھویں ربیع الاول کو عام الفیل کے

پہلے برس یعنی ابرہہ کی چڑھائی سے پچپن روز بعد پیدا ہوئے۔

(۳۱) مولانا مفتی محمد شفیع کی ''سیرتِ خاتم الانبیاء'' بھی خاصی اہم ہے۔ یہ کتاب آج سے کوئی پچاس سال پہلے لکھی گئی تھی۔ اس کے متعلق مولوی اشرف علی تھانوی (دیوبندی) نے لکھا: ''میں مؤلف ہذا سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی دس جلدوں کا ویلو میرے نام کردیں تاکہ مَیں اپنے خاندان کے بچوں اور عورتوں کو پڑھنے کے لیے دوں۔'' مولوی عزیز الرحمٰن عثمانی مفتی دارالعلوم کی رائے یہ ہے: مؤلف نے نہایت فصاحت وبلاغت اور ایجازِ محمودہ، سادگی و بے تکلفی کے ساتھ صحیح حالات ووقائع کو جمع کردیا ہے۔ حسین احمد مدنی (دیوبندی) نے لکھا: ''میں آپ کے رسالہ (سیرتِ خاتم الانبیاء) کے پہلے ہی ایڈیشن کو حرفاً حرفاً دیکھ چکا ہوں اور نہایت موزوں پاکر نصاب میں داخل کرچکا ہوں۔'' مولوی انور شاہ کاشمیری اور مولوی اصغر حسین محدث دارالعلوم دیوبند کی تقاریظ بھی اسی نوعیت کی ہیں۔ ''سیرت خاتم الانبیاء'' میں ہے:

''الغرض جب سال اصحابِ فیل کا حملہ ہوا۔ اس کے ماہِ ربیع الاول کی بارھویں تاریخ روز دوشنبہ دُنیا کی تاریخ میں ایک نرالا دن ہے کہ آج پیدائشِ عالم کا مقصد، لیل ونہار کے انقلاب کی اصلی غرض، آدم واولادِ آدم کا فخر، کشتی نوح کی حفاظت کا راز، ابراہیم کی دُعا اور موسیٰ وعیسیٰ کی پیش گوئیوں کا مصداق یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ رونق افروزِ عالم ہوتے ہیں۔''

حاشیے میں مفتی صاحب لکھتے ہیں: ''اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہِ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن ہوئی۔ لیکن تاریخ کے تعیین میں چار اقوال مشہور ہیں۔ دوسری، آٹھویں، دسویں، بارھویں...... مشہور قول بارھویں تاریخ کا ہے۔ یہاں تک کہ ابن البزار نے اس پر اجماع نقل کردیا۔ اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے۔ اور محمود پاشا فلکی مصری نے جو نویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے؛ اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالعہ ایسا اعتماد نہیں ہوسکتا کہ جمہور کی مخالفت اس بنا پر کی جائے۔

دیوبندی گروہ سے فقیر اُویسی کا سوال: یہ تمہارے اکابر مولوی اشرف علی تھانوی ومولوی انور کاشمیری، مولوی حسین احمد مدنی ومولوی اصغر حسین محدث دیوبندی، مفتی محمد شفیع دیوبندی کراچی فرما رہے ہیں ۹/تاریخ سراسر غلط؛ دوسری طرف محمود فلکی غیر معروف جس کی تائید صرف

شبلی کر رہے ہیں۔جس کی کتاب سیرت پر لکھی ہوئی کو تھانوی صاحب نے گمراہ کن کتاب (الافاضات یومیہ میں) لکھا۔اب سوال ہے کہ تم اپنے اکابر کی کشتی میں سوار ہونا چاہتے ہو یا شبلی کی کشتی پر؛ جس پر نیچری ہونے کا الزام بھی ہے یا محمود فلکی کے پیچھے جانا چاہتے وہ جو غیر معروف ہو نے کے علاوہ ایک یہودی کا شاگرد بھی ہے۔

نوٹ: فقیر اختصار کے پیش نظر ان ہی حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہے؛ کتب احادیث وغیرہ اور تاریخ وغیرہ سامنے رکھی جائیں تو ہزاروں حوالہ جات پیش کیے جا سکتے ہیں۔

ناظرین: خدارا انصاف فرمایے! ایک طرف صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین اور علماے محدثین و مفسرین اور فقہا و مؤرخین ہیں؛ ایک طرف تنہا چند غیر معروف نجومی محمود پاشا جیسے بے علم، بتاؤ حق کس طرف ہے؟

محمود پاشا فلکی کون تھا؟ موجودہ دور کے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ محمود پاشا فلکی کی تحقیقات کے مطابق ۹/ربیع الاول کی تاریخ ہے، کیوں کہ ۱۲/ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں تھا۔ چوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہوئی۔اس لیے ۹/ربیع الاول یومِ ولادت ہے، لیکن دل چسپ صورتِ حال یہ ہے کہ ان لوگوں کو محمود پاشا کے اصل وطن کا بھی علم نہیں اور نہ ہی اُس کی کتاب کا نام معلوم ہے۔شبلی نعمانی اور قاضی سلیمان منصور پوری نے محمود پاشا فلکی کو مصر کا باشندہ لکھا ہے۔مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: جب کہ حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے قسطنطنیہ کا مشہور ہیئت داں اور منجم بتایا ہے۔قسطنطنیہ استنبول کا قدیم نام ہے جو ترکی کا مشہور شہر ہے۔محمود پاشا کے نام سے بھی ظاہر ہے کہ وہ ترکی کا رہنے والا تھا۔کیوں کہ پاشا ترکی سرداروں کا لقب ہے اور سب سے بڑا فوجی لقب ہے۔مجھے بڑی کوشش کے باوجود محمود پاشا فلکی کی کتاب یا رسالہ نہیں مل سکا۔البتہ معلوم ہوا ہے کہ محمود پاشا کا اصل مقالہ فرانسیسی زبان میں تھا۔جس کا ترجمہ سب سے پہلے احمد زکی آفندی نے "نتائج الافهام" کے نام سے عربی میں کیا تھا۔اس کتاب کو مولوی سید محی الدین خان صاحب جج ہائی کورٹ حیدرآباد نے اُردو کا جامہ پہنایا؛ اور ۱۸۹۸ء میں نول کشور پریس نے شائع کیا۔یہ ترجمہ اب نہیں ملتا۔محمود پاشا فلکی نے اگر علمِ فلکیات کی مدد سے کچھ تحقیقات کی بھی ہیں تو صحابہ، تابعین اور دیگر قدما کی روایات کو جھٹلانے کے لیے ان پر

انحصار کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔کیوں کہ تمام سائنسی علوم کی طرح فلکیات کی کوئی بات قطعی نہیں ہوتی۔سائنسی علوم میں آج جس بات کو درست تسلیم کیا جاتا ہے، کل کو وہ غلط ثابت ہو سکتی ہے۔ایک زمانے کے سائنس داں جس مسئلے پر متفق ہوتے ہیں۔مستقبل والے اُس کی نفی کر دیتے ہیں۔محمود پاشا اور اُس کے معتقدین نے تو یہ کہہ دیا کہ ۱۲/ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن نہیں تھا۔پاشا کی تحقیق کی بنیاد جس علم پر ہے اس کا حال یہ ہے کہ اتنے ترقی یافتہ دور میں جب کہ انسان چاند پر پہنچ کر دوسرے سیاروں پر کمندیں ڈالنے کی کوششیں کر رہا ہے، برطانیہ کے ماہرین فلکیات اس قابل نہیں ہوئے کہ چاند نظر آنے یا نہ آنے کی پیشین گوئی کر سکیں۔یونی ورسٹی آف لندن کے شعبۂ طبیعات و علومِ فلکیات کی رصدگاہ اور رائل گرین وچ آبزرویٹری (Royal Greenwich Observatory) کے معلوماتی سنٹر کے مطابق نئے چاند کی پیشین گوئی کرنا ابھی تک ناممکن ہے۔پاکستان کے مشہور ماہرِ فلکیات ضیاء الدین لاہوری کی بھی یہی راے ہے۔جب مستقبل کے متعلق کوئی حتمی راے نہیں کی جا سکتی؛ تو ماضی کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں قمری دن کو ہفتے کا فلاں دن تھا، اِس صورت میں کسی طرح ممکن نہیں۔جب ہمارے پاس تقویم کا تاریخی ریکارڈ موجود نہیں۔

فلکی کا سہارا بے کار: مخالفین کو اب نہ قرآن سے غرض؛ نہ حدیث کا مطالبہ؛ نبوت دُشمنی میں ایک فلکی کا سہارا لیا وہ بھی غلط۔اس لیے کہ سب کو معلوم ہے سنِ ہجری کا استعمال حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں شروع ہوا۔اور سب سے پہلی مرتبہ یوم الخمیس ۲۰/جمادی الاول ۱۷ھ (۱۲/جولائی؛ ۶۳۸ء) کو مملکتِ اسلام میں اس کا نفاذ ہوا۔اس کے بعد کا تاریخی ریکارڈ ملتا ہے۔لیکن اس سے پہلے کا نہ تاریخی ریکارڈ ملتا ہے اور نہ ہی اس سے قبل کے کسی دن کے متعلق کوئی بات حتمی طور پر کہی جا سکتی ہے۔کیوں کہ بعثتِ نبوی سے قبل عرب میں کوئی باقاعدہ کیلنڈر نہیں تھا۔اور وہ اپنی مرضی سے مہینوں میں ردوبدل کر لیا کرتے تھے۔اور بعض اوقات سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا دیا کرتے تھے۔

صاحبِ "فتح الباری" نے عربوں کے بارے میں لکھا ہے: ''بعض محرم کا نام صفر رکھ کر اس مہینے میں جنگ کرنا جائز قرار دے لیتے؛ اس طرح صفر کا نام محرم رکھ کر اس میں جنگ کرنا

حرام قرار دے دیتے۔''

''تفسیر ابنِ کثیر'' میں (ہے) کہ کبھی محرم کو حرام سمجھتے اور کبھی اس کی حرمت کو صفر کی طرف مؤخر کردیتے۔ عربوں کی اس روش پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ (پارہ ۱۰، سورۃ التوبۃ، آیت ۳۷)

ترجمہ: ان کا مہینے پیچھے ہٹانا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا۔

عرب صرف مہینے آگے پیچھے ہی نہیں کرتے تھے بلکہ سال کے تیرہ یا چودہ ماہ بھی بنا دیتے تھے۔ ''تفسیر الخازن'' کے مطابق سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا دیتے تھے؛ جب عرب اپنی مرضی سے مہینوں کے نام بدل لیا کرتے تھے اور سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بھی بنا لیا کرتے تھے؛ اور ظاہر ہے کہ اعلانِ نبوت تک یہی ہوتا رہا ہوگا۔ ہمیں اس بات کا پتا نہیں چل سکتا کہ کس سال میں نسئی کی گئی۔ مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے تحقیقی مقالے ''سیرتِ نبوی کی توقیت'' میں لکھتے ہیں: ''یہ مسئلہ ہنوز تشنہ ہے کہ ۱ رہجری سے ۱۰ رہجری تک نسئی کا مہینہ کن سالوں میں بڑھایا گیا، اس سلسلے میں مجھے اعتراف کرنا ہے کہ تلاش وکوشش کے باوجود اوراقِ تاریخ میں کوئی اشارہ نہ مل سکا، جس کی بنا پر کوئی اُصول یا قاعدۂ کلیّہ پیش کیا جاسکے۔'' جب ہجرت کے بعد صرف دس سالوں کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ کن سالوں میں نسئی کا مہینہ بڑھایا گیا تو ولادت باسعادت کے وقت تک حسابات بالکل ناممکن ہیں۔ ماہر تقویم ضیاء الدین لاہوری نے لکھا ہے: ''قابل اعتماد ذرائع کی غیر موجودگی میں گزشتہ تاریخوں کا تعین وثوق کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر بالفرض کسی جگہ کی درست معلومات میسر آجائیں، تو بھی جگہ بہ جگہ اختلاف کے باعث کسی تقویم پر مکمل انحصار نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے ماہرین سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکا، آکسفورڈ یونی ورسٹی کے پروفیسر مارگولیتھ لکھتے ہیں:

It is not ,however ,possible to make pre-Islamic Calender.

''جاہلی تقویم کا بنانا بہر حال ناممکن ہے۔'' یہ بات واضح ہوگئی کہ حسابات کے ذریعے نکالی گئی تاریخ صحیح نہیں ہوسکتی۔ کیوں کہ حسابات ممکن ہی نہیں ہیں۔ پس ہمیں صحابۂ کرام، تابعین اور مؤرخین کی روایات کو درست تسلیم کرنا پڑے گا۔ محمود پاشا کے علاوہ کچھ اور لوگوں نے بھی

حسابات کرنے کی سعی لاحاصل کی۔ انھوں نے آٹھ ربیع الاول کو پیر کا دن بتایا۔

علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ اہل زیچ (زائچہ بنانے والوں) کا اس قول پر اجماع ہے کہ ۸ ربیع الاول کو پیر کا دن تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص بھی حساب کرے گا کوئی نئی تاریخ نکالے گا۔ پس ہم ماہرینِ فلکیات اور زائچہ بنانے والوں سے اتفاق نہیں کرسکتے، کیوں کہ اس سے ہمیں اقوالِ صحابہ وتابعین کا انکار کرنا پڑتا ہے۔

صحابہ اور نجومی: فقیر نے صحابہ وتابعین کے اقوال صحیح روایات سے پیش کیے ہیں؛ وہ بارہ ربیع الاول کا فرماتے ہیں اور نجومی صاحب ۹ ربیع الاول۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انیسویں صدی کے ایک منجم سے اتفاق کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس کا قول جھٹلایا جاسکتا ہے؟ قارئین کرام خود ہی فیصلہ کرلیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے بارے میں حضرت ابنِ عباس سے زیادہ کس کو علم ہوسکتا ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عم زاد بھائی ہونے کی وجہ سے ابنِ عباس کا قول بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ بِاَیِّہِمۡ اِقۡتَدَیۡتُمۡ اِھۡتَدَیۡتُمۡ۔''

(أضواء علی السنة المحمدیة، الجزء ۲، الصفحة ۱۰۷) (تحفة الأحوذی، الجزء ۳، الصفحة ۲۰۳)

(جامع الأصول فی احادیث الرسول، حرف الفا، نوع ثالث، الجزء ۸، الصفحة ۵۵۶، الحدیث ۶۳۶۹)

یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ قرآن کریم نے صحابۂ کرام کو رضائے الٰہی کی سند عطا کردی اور فرمایا: رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ (پارہ ۱۱، سورۃ التوبۃ، آیت ۱۰۰) **ترجمہ:** اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

پس حضرت ابنِ عباس اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت کو چھوڑ کر ہم ایک منجم کی بات کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: أُولَئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانُوا أَفْضَلَ هَذِهِ الْأُمَّةِ، أَبَرَّهَا قُلُوبًا، وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا، قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ وَإِقَامَةِ دِينِهِ۔ (جامع الاصول من احادیث الرسول (احادیث فقط)، کتاب الاعتصام بالکتاب

والسنة، الباب الاستمساك بهما، الجزء ۱، الصفحة ۸۰)

یعنی رسول اللہ ﷺ کے صحابی اُمت میں سب سے افضل تھے۔ ان کے دل سب سے زیادہ پاک، اِن کا علم سب سے گہرا، وہ تکلفات میں سب سے کم، اللہ نے انھیں نبی پاک ﷺ کی صحبت کے لیے اور اقامتِ دین کے لیے چُنا تھا۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد حضرت ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ جیسے جید عالم، پہلے سیرت نگار اور تابعی نے بھی ۱۲؍ربیع الاول یومِ ولادت لکھا ہے۔

حضور پاک صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد ہے: ''جہنّم کی آگ ان مسلمانوں کو چھو بھی نہیں سکے گی جنھوں نے مجھے دیکھا، جس نے اُن کو دیکھا جنھوں نے مجھے دیکھا۔''

اِس حدیثِ پاک میں صحابۂ کرام اور تابعین کو دوزخ سے برأت کا سرٹیفکیٹ دے دیا گیا۔ جس کا مطلب ہے کہ وہ جنّتی ہیں۔ اور اہلِ جنت کو چھوڑ کر نجومیوں اور ماہرین ریاضی کی باتوں پر یقین کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔

اصحاب الفیل سے مضبوط دلیل: اصحاب الفیل کا قصہ قرآن مجید پارہ ۳۰؍میں مشہور ہے اس سے علماے کرام نے ولادت ۱۲؍ربیع الاول کا استدلال کیا ہے؛ چنان چہ ملاحظہ ہو حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی ''مدارج'' میں لکھتے ہیں کہ: ''جاننا چاہیے کہ جمہور اہلِ سیر و تواریخ متفق ہیں؛ کہ آنحضرت ﷺ عام الفیل میں حملۂ اصحابِ فیل سے چالیس دنوں سے لے کر پچپن دنوں کے بعد پیدا ہوئے۔ اور یہی صحیح ترین قول ہے۔

علامہ سہیلی، حافظ ابنِ کثیر، مسعوی کے مطابق: ''واقعہ فیل کے پچاس دن بعد ولادت ہوئی'' سید امیر علی کے مطابق پچاس سے کچھ زیادہ دن گزرے تھے۔ محمد بن علی سے یہ منقول ہے کہ اس واقعے کے پچپن دن بعد حضور ﷺ پیدا ہوئے؛ علامہ دمیاطی نے اسی قول کو اختیار کیا۔ طبقاتِ ابنِ سعد میں ہے: فَبَيْنَ الْفِيلِ وَبَيْنَ مَوْلِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ وَخَمْسُونَ لَيْلَةً۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، الباب ذکر مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الجزء ۱، الصفحة ۱۰۱، الحدیث ۱۹۴)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی ولادت اور واقعۂ فیل کے درمیان پچپن راتیں گزری تھیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر ''فتح العزیز'' میں لکھا ہے کہ: ولادت اس قصے کے پچپن روز بعد ہوئی۔ ابو محمد عبدالحق الحقانی الدہلوی نے بھی لکھا ہے: جس سال یہ واقعہ گزرا ہے، اسی سال میں ایک مہینہ اور پچیس روز (۵۵=۲۵+۳۰) بعد آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے۔ محدث جلیل سید جمال حسینی مصنف ''روضۃ الاحباب''؛ (اور) سرسید احمد خاں کے نزدیک محبوبِ خدا کی ولادت واقعۂ فیل کے پچپن یوم بعد ہوئی۔ تمام معتبر روایات کے مطابق ابرہہ کا لشکر محرم میں آیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق یہ واقعہ نصف محرم میں پیش آیا تھا۔ علامہ عبدالرحمٰن ابنِ جوزی لکھتے ہیں: ''ابرہہ کی آمد تیس دن کے مان لیے جائیں تو سترہ محرم کے پچپن دن بعد ۱۲؍ربیع الاول آتا ہے۔ ۱۲+۳۰+۱۳=۵۵ ثابت ہوگیا کہ یوم ولادتِ سرکار ﷺ بارہ (۱۲) ربیع الاول ہے۔ کیوں کہ صحابۂ کرام، تابعین، مفسرین، محدثین اور قدیم مؤرخین نے یہی تاریخ لکھی ہے۔ ہم محمود پاشا فلکی کے حسابات پر یقین نہیں رکھتے۔ کیوں کہ اگر کوئی شخص صحابۂ کرام، تابعین اور محدثین کے خلاف کوئی بات کہے تو قابلِ تسلیم نہیں، کیوں کہ اسلام کی ہر بات قرآن و حدیث میں درج ہے اور قرآن و حدیث ہم تک صحابہ اور تابعین کے وسیلے سے پہنچا۔ اگر محمود پاشا فلکی نے حسابات اور علم فلکیات کے ذریعے یہ ثابت کیا ہے کہ ۱۲؍ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں تھا۔ علامہ عنایت احمد کاکوروی اور مولانا مفتی عبدالقدوس ہاشمی تقویم کے ماہر تھے؛ انھوں نے تقویم اور علمِ نجوم پر گراں قدر کتابیں بھی لکھی ہیں۔ لیکن ان کے نزدیک ۱۲؍ربیع الاول اور پیر کے دن میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ جیسے مغربی اور مشرقی علوم پر مہارت رکھنے والی شخصیت کے نزدیک بھی ۱۲؍ربیع الاول کو پیر کا ہی دن تھا۔ اس کے علاوہ اہلِ مکہ ہمیشہ بارہ ربیع الاول ہی یومِ میلاد مناتے رہے ہیں۔ اور دیگر اسلامی ممالک میں بھی ۱۲؍ربیع الاول کو عید میلاد النبی ﷺ منائی جاتی ہے۔ اب اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ حضور پاک صاحبِ لولاک، محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ۱۲؍ربیع الاول سن ۱؍عام الفیل، پیر کے دن، صبح کے وقت اس جہانِ ہست و بود میں اپنے وجودِ عنصری کے ساتھ تشریف لائے۔

نبی پاک ﷺ کا پیغام پیاری اُمت کے نام: فقیر نے خیر القرون یعنی صحابہ و تبع تابعین کی صریح عبارات کے بعد یعنی اسلامی پہلی صدی سے لے کر ۱۴۰۰ھ صدی تک کے

مستند آئمہ مجتہدین اور علماے کرام؛ یہاں تک کہ مخالفین کے اکابرین کی عبارات پیش کی ہیں کہ حضور ﷺ کی ولادت ۱۲/ربیع الاول کو ہے، بلکہ انھوں نے ۹/ربیع الاول کے قول کی سختی سے تردید کی ہے؛ لیکن مخالفین اپنی مارے جارہے ہیں؛ عقل مند انسان نے یہ تو سمجھ لیا کہ نبی پاک ﷺ کی اُمت کا اتفاق بارہ ربیع الاول پر ہے؛ صرف ایک نجومی ایک طرف ہے۔ ایسے اختلاف کے لیے نبی پاک ﷺ نے اُمت کو ایک پیغام کی صورت میں ارشاد فرمایا ہے، چند احادیث ملاحظہ ہوں:

احادیث مبارکہ: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) وَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ، فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ، شَذَّ فِي النَّارِ

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب العلم، الباب ومنهم يحيى بن ابى المطاع القرشى، الجزء ۱، الصفحة ۳۸۲، الحديث ۳۴۲)

یعنی اور بڑی جماعت کی تابع داری کرو اس لیے کہ جو الگ رہا جہنم میں جائے گا۔

(۲) أَنْ لَا يَجْمَعَ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ

(مسند احمد، الباب حديث بصرة الغفارى، الجزء ۵۹، الصفحة ۱۸۰، الحديث ۲۶۹۸۵)

یعنی بے شک اللہ میری اُمت کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا۔

(۳) يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ فَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ، فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ، شَذَّ فِي النَّارِ۔ (المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب العلم، الباب ومنهم يحيى بن ابى المطاع القرشى، الجزء ۱، الصفحة ۳۷۸، الحديث ۳۵۸)

یعنی اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو الگ رہا وہ الگ جہنم میں جائے گا۔

مسلمانو! بتاؤ ۱۲/ربیع الاول ولادتِ رسول ﷺ میں جملہ مسلمانانِ عالم متفق ہیں ان میں شامل ہونا چاہتے ہو یا اکیلے ایک نجومی کے پیچھے جانا چاہتے ہو؟

اکیلی بکری بھیڑیے کی غذا: حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا شیطان انسان کے لیے بھیڑیا ہے، جیسے بکریوں کا، بھیڑیا الگ اور دور والی کو پکڑتا ہے اسی لیے اے اُمتیو گھاٹیوں یعنی چھوٹی چھوٹی جماعتوں سے بچو اور اپنی بڑی جماعت مسلمین کو لازم پکڑو۔

آخری گذارش: مسلمانوں سوچ کر فیصلہ فرمایے کہ مشرق تا مغرب شمال تا جنوب ۱۲/ربیع الاول شریف کو پیدائشِ رسول ﷺ کی دھوم مچی ہوتی ہے؛ صرف چند ٹوٹر منہ بسور کر بدعت بدعت کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں؛ یہ وہی ہوا کہ بوقت ولادت عرش تا فرش ساری مخلوق رسول اللہ ﷺ پر خوشیاں منا رہی تھی صرف ابلیس بے چارہ نہ صرف مغموم تھا بلکہ دھاڑیں مار کر رو رہا تھا۔

انکشاف: شیطان ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے قسم کھا کر کہا تھا کہ اولادِ آدم سے ہی میں اپنے ہمنوا بناؤں گا، چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ یوم میلاد میں صرف ابلیس کے گھر میں سوگ منایا گیا، اس وقت سے یہودیوں کو ہمنوا بنایا، پھر ہر صدی میں مختلف رنگ و روپ سے نبوت دُشمنی پر اُمتِ مصطفویہ میں سے اولادِ آدم کو اپنے ساتھ ملا لیا، ہمارے دور میں دُشمنانِ میلاد کھڑے کر دیے، ان بے چاروں نے تقریب کے خلاف مختلف طریقوں سے تخریب کاری کی، مثلاً ابتداءً شور مچایا میلاد بدعت ہے؛ لیکن اب وہ خود کرنے لگے، اگرچہ نام بدلے ہیں کام تو وہی ہے، پھر ایک عرصہ تک راگ الاپا کہ ۱۲/ربیع الاول کو جلوس نکالنا حرام ہے؛ اللہ نے انھیں سزا دی کہ سال میں کئی جلوس نکالیں اور جوتے بھی کھائیں؛ پھر وہ شور ابھی قائم دائم تھا تو دوسرا طوفان کھڑا کر دیا کہ ۱۲/ربیع الاول کو تو حضور ﷺ کی وفات ہے اسی لیے بجائے خوشیوں کے سوگ منایا جائے۔ اہلِ انصاف اور اہلِ علم سے اپیل ہے کہ فقیر کا یہ رسالہ ٹھنڈے دل سے مطالعہ کر کے خود فیصلہ فرمایے کہ اس ٹولی کا کیا مقصد ہے؛ کہ جمہور از صحابہ تا حال کی بات سے انکار اور ایک نجومی کی غلط تحقیق پر زور شور۔ اس سے خود سمجھ لیں کہ ان کے دل میں کون سا چور چھپا بیٹھا ہے اور کیوں؟

فقط والسلام

ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۲۶/صفر ۱۴۱۴ھ

◆◆◆

[نوٹ: تصحیح کتابت کا حتی المقدور خیال رکھا گیا؛ پھر بھی سہو دکھائی پڑے تو اطلاع دیں تاکہ آئندہ اشاعتوں میں اصلاح کی جائے۔ نوری مشن]